مستشرقین کے اہداف ومقاصد کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Aims and Objectives of Orientalists

Muhammad Javed Rana[1]

Muhammad Aslam [2]

Abstract:

Since emergence of Islam, there have been conspiracies against Islam. In each and every course of time, they have operated on a regular and in a powerful way. The western historians or orientalists have been writing on the Arab Islamic civilization and its true religion. And what is taken on these writings is that most of them include studies bearing signs of abusing this civilization and insulting the Islamic religion and the faithful Prophet through which they achieve many goals and objectives to achieve their interests and impose their existence and civilization at the expense of Islamic civilization. The aim of all the efforts and activities of the Orientalists is to stop the growing progress of Islam by creating doubts about Islam and the Prophet of Islam.

Keywords: *Orientalists, objectives, The Holy Prophet, Targets, civilization*

دور جدید نام نہاد مستشرق محققین نے اپنی تمام تر مساعی اسلامی عقائد، تعلیمات، اقدار اور ثقافت کی مخالفت میں صرف کر دی ہیں۔انھوں نے قرآن اور احادیثِ طیبہ سے ملت اسلامیہ کے یقین کو متزلزل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔تاریخ اسلام کے روشن نقوش کو شکوک وشبہات سے غبار آلود کرنے کی سعی کی ہے۔ان کی تمام تر کوششوں اور سرگرمیوں کا مقصد اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر کے اسلام کی روزافزوں ترقی کو روکنا ہے۔ان کے اہداف کو درج ذیل عنوانات کے تحت زیرِ بحث لایا جاسکتا ہے:

ا۔ مستشرقین کے دینی اہداف:

دینی اہداف یہودی اور عیسائی جو کہ خود کو اللہ کی پسندیدہ قوم قرار دیتے تھے اور آنے والے نبی کے منتظر اور اس کے ساتھ مل کر ساری دنیا پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب اللہ نے ان کی نافرمانیوں اور بدکاریوں کے باعث فضیلت کے منصب سے محروم کر کے نبوت ورسالت کی ذمہ داری بنواسماعیل کے ایک فرد محمد ﷺ پر ڈال دی تو وہ

---

[1]. Lecturer Islamic Studies, Nishat College, Multan

[2]. Visiting Lecturer Islamic Studies, University of Agriculture Faisalabad, Burewala Campus

حسد اور جلن کے باعث ہوش و حواس کھو بیٹھے اور باوجود آپ ﷺ کو نبی کی حیثیت سے پہچان لینے کے، آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ اسلام چونکہ انتہائی سرعت سے عرب کے علاقے سے نکل کر دنیا کے ایک بڑے حصے پر چھا گیا تھا، اس لیے یہود و نصاریٰ کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر اسلام اسی رفتار سے پھیلتا گیا تو ایک دن ان کا دین بالکل ہی نہ ختم ہو جائے۔ چنانچہ انھوں نے سوچا کہ ایک طرف اسلامی تعلیمات پر شکوک و شبہات کے پردے ڈالے جائیں اور اسے ناقص، ناکام، اور غیر الہامی فلسفہ قرار دیا جائے۔ دوسری طرف یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جائے اور تمام دنیا میں اپنے مذہب کا پرچار کیا جائے۔ اس کام کے لیے انھوں نے پادریوں کی تربیت کی اور مسلم ممالک سے اسلامی علوم کی کتب جمع کر کے ان میں سے ایسی کمزوریاں تلاش کرنے کی کوشش کی جس سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا جا سکے۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی ذات، ازواج، قرآن مجید، احکام، احادیث، سیرت صحابہ ہر چیز کو ہدف بنایا اور ان میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں میں اتحاد اور اخوت کو ختم کر کے ان میں مختلف نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات کو ابھارنے کی کوشش کی۔[3]

مستشرقین کے بنیادی مقاصد میں مسلمانوں کو گمراہ کرنا، ان میں فرقہ واریت کو ہوا دینا، قرآن، شریعت اور فقہ اسلامی کو مشتبہ بنانا۔ اس لئے انہوں شعائر اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک دینی اور دوسرا سامراجی۔ اس تقسیم سے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت میں اشتباہ پیدا ہونا شروع ہوا۔ اور اس دعوے کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ اسلامی تہذیب دراصل رومن کلچر کی دین ہے۔ عرب اور مسلمان اپنے کسی خاص تہذیب و تمدن سے تہی دست ہیں۔ اور ان کے پاس اپنی کوئی ندرت آمیز ثقافت نہیں۔ کبھی کبھی اگر وہ اسلامی تہذیب کے چند گوشواروں کی مدح سرائی بھی کرتے ہیں۔ (اور یہ بہت کم ہوتا ہے) تو اسے ضمنی طور پر بیان کر کے نقائص کا انبار لگا دیتے ہیں۔

انہوں نے مسلمانوں کے علمی ورثہ کو ضائع کرنے کے لئے ان کے عقیدے اور دوسری اخلاقی اقدار کے قابل اعتبار ہونے میں شکوک و شبہات کی روح پھونکی۔ تاکہ سامراج کے لئے اگلا قدم آسان ہو جائے۔ اور اسے اپنی تبلیغ میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے اور وہ اس کے زر خرید غلام بن جائیں۔[4]

3۔ ندوی، ابو الحسن، الاسلامیات بین کتابات المستشرقین (بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، س ن) ص: ۱۵، ۱۶۔

4۔ السباعی، ڈاکٹر مصطفیٰ، اسلام اور مستشرقین (لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۲ء) ص: ۴۲، ۴۳۔

انہوں نے اسلامی مساوات اور بھائی چارے کو اپنے لئے ایک خطرہ سمجھا۔اس کے خلاف جد وجہد کی۔ عربوں میں فرد اور جمہوریت کے جذبات کو ابھارا اور مری گڑھی صداؤں کی بازگشت کی اور اس طرح آپس کے جذبات کو برانگیختہ کر کے تفرقہ پیدا کیا۔ جو آج پورے عالم اسلام میں یہ فتنہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا ہے۔ وہ آپس کے شیرازے کو بکھیرنے، یک جہتی و یک زبانی کو ختم کرنے اور اپنے ذہنی منصوبوں کے تحت حقائق کی تحریف، انفرادی حادثات کو تاریخی دستاویز بنانے بلکہ اسلام کی انوکھی تاریخ سازی میں مصروف ہیں۔

اس کے علاوہ کچھ علمی مقاصد بھی ان کوششوں میں شامل ہیں۔ جس سے محض بحث و تحقیق عرب اور اسلام کی تہذیب و تاریخ کا مطالعہ مقصود ہے۔ تاکہ پوشیدہ حقیقتیں سامنے آئیں۔ لیکن اس قسم کے سکالرز اور محققین کی تعداد کم ہے۔ ان میں بسا اوقات ناحق غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جنہیں حقائق سے تھوڑا سا بھی ربط نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ یا تو عربی زبان سے ناواقفیت ہے۔ یا اسلامی تاریخ کی بے لوث تحقیق کے مزاج سے دوری۔ وہ اپنے اخلاص کے باوجود تاریخ کا مطالعہ ان بنیادوں پر کرتے ہیں۔ جو ان کے ماحول کے لئے سازگار ہوں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ تاریخ کے ادوار میں مختلف قسم کی قدرتی، نفسیاتی، زمانی اور مکانی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے قدیم وجدید کی تاریخ میں بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ یہ گروہ تینوں قسموں میں اپنے مقاصد کے اعتبار سے کم خطرناک ہے۔ جس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بہت جلد صحیح راستہ پالیں گے۔[5]

مستشرقین اگرچہ اپنے اصل ارادوں کو خفیہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان کے پروگراموں، ان کی تحریروں اور کانفرنسوں وغیرہ میں ان کے بیانات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ یہ اہل مغرب جو مشرق خصوصاً اسلام پر اتنی زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ ان کے اصل مقاصد میں دینی مقصد سب سے اہم ہے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام جس سرعت کے ساتھ پھیلا تھا۔ اور لاتعداد انسانوں، متعدد علاقوں اور کئی تہذیبوں کو مسخر کیا۔ وہ یہود و نصاریٰ کے لئے لمحۂ فکریہ بن گئی۔ انہوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ اگر اسلام کی اشاعت اسی رفتار سے جاری رہی تو ساری دنیا میں توحید کا پرچم لہرانے لگے گا۔ صلیبیں ٹوٹ جائیں گی اور گرجوں کی گھنٹیاں خاموش ہو جائیں گی۔ اور بنی اسرائیل کی قوم جو صدیوں نبوت و حکومت کے عظیم مناصب پر فائز رہی تھی۔ وہ نہ صرف عظمتوں سے محروم ہو جائے گی۔ بلکہ اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہ خوف ان کے دلوں میں اس لئے پیدا ہوا کہ وہ جرات، ایثار اور حوصلے کے ایسے مناظر اپنی

---

5. السباعی، ڈاکٹر مصطفےٰ، اسلام اور مستشرقین (لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۲ء) ص: ۴۳، ۴۴۔

آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ جو قرآن مجید اور دین اسلام نے ان کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا۔ علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت اپنے دین کے حوالے سے تین مقاصد ان کے پیش نظر تھے:

۱۔ دین اسلام کو دنیا کی اقوام میں عموماً اور یہودی و عیسائی اقوام میں خصوصاً پھیلنے سے روکا جائے۔

۲۔ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔

۳۔ دین کے حوالے سے عیسایوں کی عربی زبان اور مشرقی علوم کی طرف متوجہ ہونے کی تیسری بڑی وجہ یہ تھی کہ ذہنی بیداری کے زمانے میں نصرانیت کے حلقوں میں بعض ایسے لوگ ظاہر ہوئے۔ جنہوں نے اپنے مذہب کے روایتی عقائد کو خلاف عقل قرار دیا۔[6]

مستشرقین کو اپنی کوششیں بڑھانے کے لئے خود ملت اسلامیہ سے کچھ بے ضمیر لوگ مل گئے۔ جنہوں نے اسلام دشمن سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لئے زبردست کام کیا۔ مستشرقین نے اسلام پر یہ فتویٰ صادر کیا۔ کہ اسکی تعلیمات زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔ تو اس فکر کی ترویج کے لئے کئی مسلمانوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ جہاد جو قصرِ ملت کے لئے محافظ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مستشرقین نے اسے اسلام سے خارج کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اس ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انہیں ایسے کارکن میسر آ گئے جن کے نام مسلمانوں والے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے والوں نے ایک طرف دین سے ان کا تعلق منقطع کرنے کی تدبیریں کیں۔ تو دوسری طرف ان کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ مسلمان بعد میں ہیں اور عرب، ترک، ایرانی اور افغان پہلے ہیں۔ اس طرح نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات کو بھڑکا کر مسلمانوں کو منتشر کرنے کی مذموم سعی کی گئی۔[7]

مستشرقین اس تابندہ اور پاکیزہ ترین سیرت طیبہ ﷺ کے دامن پر دھبے تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب انہیں سیرت رسول وﷺ پر کوئی دھبہ نظر نہیں آتا۔ تو وہ اپنے تخیل کی قوتوں سے کام لیتے ہیں۔ اپنی فرضی سوچ سے وہ نہ صرف سیرت رسول ﷺ پر فرضی دھبے ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ سیرت رسول ﷺ کے وہ پہلو جو پوری انسانیت کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں۔ ان کو اس طرح مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انسانیت کے

---

6. Watt. Montgomery, Muhammad Prophet and Statesman (Oxford University Press, 1961) p.231.

7. الازہری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی (لاہور، ضیاء القرن پبلیکیشنز، طبع اول ۱۴۱۸ھ) ص:۶/ ۲۸۴، ۲۸۵۔

نمونہ ء کامل ﷺ کی خوبیاں، اور وہ ہستی ﷺ جس کی ایک جھلک دلوں کو شکار کر لیتی ہے۔اس کا نام سننے والے اس سے نفرت کرنے لگیں۔خامیاں نظر آنے لگیں۔[8]

۲۔ مستشرقین کے علمی اہداف:

علمی اہداف اگرچہ مستشرقین میں کچھ منصف مزاج لوگ بھی موجود ہیں جو کبھی کبھار کوئی صحیح بات بھی منہ سے نکال لیتے ہیں، لیکن چونکہ ان کی تربیت میں یہ بات داخل ہو چکی ہے کہ عیسائیت ہی صحیح دین ہے، اس لیے وہ اسلامی تعلیمات کو ہمیشہ اپنے انداز سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔صدیوں پر محیط اسلام دشمن پروپیگنڈا کی وجہ سے مغربی عوام کے اذہان اسلام کے بارے میں کوئی صحیح بات آسانی سے قبول نہیں کرتے۔ان کے علماء وفضلاء نے علمی تحریکوں اور تحقیق وجستجو کے نام پر صرف اسلام مخالف مواد ہیں جمع کیا ہے۔یہودی اور عیسائی جو ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن رہے ہیں اور عیسائی یہود کو حضرت عیسیٰ کے قاتل کی حیثیت سے دیکھتے تھے، لیکن مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے صدیوں کی رقابت کو بھول کر باہم شیر وشکر ہو گئے۔یہ لوگ ہر وہ کام کرنے پر متفق ہو چکے ہیں جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جا سکے۔مختلف ادارے اور انجمنیں بنا کر مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے سائنسی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔اسلام چھوڑنے والوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے، مسلمان عورتوں میں آزادی اور بے پردگی کو فروغ دیا جاتا ہے۔غریب ممالک میں عیسائی تنظیمیں فلاحی کام کی آڑ میں عیسائیت کا پرچار کر رہی ہیں۔مسلمان ممالک کے پالیسی ساز اداروں پر اثر انداز ہو کر تعلیمی نصاب اور طریق تعلیم کو اپنی مرضی کے مطابق کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔[9]

۳۔ مستشرقین کے اقتصادی و معاشی اہداف:

اقتصادی و معاشی اہداف استشراق کی اس تحریک کا آغاز اگرچہ اسلام کے بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کے لیے ہوا تھا، لیکن بعد میں اس کے مقاصد میں اضافہ ہوتا گیا۔اہل مغرب نے مسلم ممالک کی تکنیکی مہارت حاصل کرنے کے لیے اور اپنے معاشی مفادات، اور تجارتی معاملات کو بہتر بنانے کے لیے بھی عربی زبان اور اسلامی تہذیب و ثقافت کا مطالعہ کیا۔مسلم ممالک میں اپنے اثر و نفوذ کو بڑھایا اور مقامی طور پر ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی کہ ان ممالک کے وسائل مکمل طور پر نہ سہی، کسی حد تک اہل مغرب کے ہاتھوں میں چلے جائیں۔مشرق کو اہل مغرب سونے کی چڑیا قرار دیتے

8. ظفر، عبدالرؤف، ڈاکٹر، اسوۂ کامل (لاہور، نشریات، ۲۰۱۱ء) ص: ۲۲۵۔
9. عبدالحئی عابد، استشراق اور مستشرقین (یونیورسٹی آف سرگودھا، س ن) ص: ۳۶۔

تھے۔ مغرب جب صنعتی دور میں داخل ہوا تو اس کی نظر مشرق میں موجود خام مال کے ذخیروں پر تھی۔اسی لیے تمام ممالک نے مختلف مشرقی ممالک میں اپنے اثر و نفوذ کو بڑھانے اور ان کو اپنی کالونیاں بنانے کی کوشش کی۔اس سلسلے میں ہر قسم کے غیر اخلاقی حربے استعمال کیے گئے اور آزادی، انصاف اور رحم و مروت کے تمام اصولوں کو فراموش کر دیا گیا۔ایک انگریز ادیب ''سڈنی لو'' نے مغربی اقوام کے بارے میں اپنے ہم قوموں کا رویے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''مغرب کی عیسائی حکومتیں کئی سالوں سے امم شرقیہ کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہیں اس سلوک کی وجہ سے یہ حکومتیں چوروں کے اس گروہ کے ساتھ کتنی مشابہت رکھتی ہیں جو پر سکون آبادیوں میں داخل ہوتے ہیں، ان آبادیوں کے کمزور مکینوں کو قتل کرتے ہیں اور ان کا مال و اسباب لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ یہ حکومتیں ان قوموں کے حقوق پامال کر رہی ہیں جو آگے بڑھنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔اس ظلم کی وجہ کیا ہے جو ان کمزوروں کے خلاف روا رکھا جا رہا ہے۔ کتوں جیسے اس لالچ کا جواز کیا ہے کہ ان قوموں کے پاس جو کچھ ہے وہ ان سے چھیننے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہ عیسائی قوتیں اپنے اس عمل سے اس دعویٰ کی تائید کر رہی ہیں کہ طاقتور کو حق پہنچتا ہے کہ وہ کمزوروں کے حقوق غصب کرے۔''[10]

چنانچہ مستشرقین نے اپنی سرگرمیوں سے مالی مفادات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مالی مفادات کو حتی الوسع نقصان بھی پہنچایا اور انہیں مالی طور پر غیر مستحکم رکھنے کی بھی بھرپور سعی کی۔

۴۔ مستشرقین کے سیاسی واستعماری اہداف:

سیاسی و استعماری اہداف اتفاق سے جب یہود و نصاریٰ کی سازشوں اور مسلمانوں کی اپنی اندرونی کمزوریوں کے نتیجے میں مسلمان زوال کا شکار ہوئے تو اسی اثنا میں مغرب میں علمی و سائنسی ترقی کا آغاز ہو رہا تھا۔کچھ اسلام دشمن مفکرین اور مصنفین کی وجہ سے اور کچھ صلیبی جنگوں کے اثرات کے تحت اہل مغرب مسلمانوں کو اپنا سب سے بدترین دشمن گردانتے تھے۔ ان کی ساری جدوجہد اسلام کے روشن چہرے کو مسخ کرنے، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی شخصیات کو ان کے مرتبے سے گرانے اور قرآن و حدیث میں شکوک و شبہات پیدا کرنے میں صرف ہو رہی تھی۔ مثال کے طور پر فلپ کے ہٹی(Philip K. Hitti)اپنے ہم مذہب لوگوں کے رویوں پر اس طرح سے تبصرہ کرتا ہے:

10۔ عبدالحئی عابد، استشراق اور مستشرقین(یونیورسٹی آف سرگودھا، س ن) ص:۳۶۔

''قرون وسطیٰ کے عیسائیوں نے محمد ﷺ کو غلط سمجھ اور انھیں ایک حقیر کردار خیال کیا۔ ان کے اس رویّے کے اسباب نظریاتی سے زیادہ معاشی اور سیاسی تھے۔ نویں صدی عیسوی کے ایک وقائع نگار نے ایک جھوٹے نبی اور مکار کی حیثیت سے آپ کی جو تصویر کشی کی تھی بعد میں اسے جنس پرستی، آوارگی اور قزاقی کے شوخ رنگوں سے مزین کیا گیا۔ پادریوں کے حلقوں میں محمد ﷺ دشمن مسیح کے نام سے مشہور ہوئے۔''[11]

اسلام سے اس دشمنی اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے خوف نے یہود و نصاریٰ کو ایک ایسے نہ ختم ہونے والے خبط میں مبتلا کر دیا جو اسلام کے خاتمے کے بغیر ختم ہونے والا نہیں تھا۔ انھوں نے ایک طرف تو مسلمانوں کو دینی اور اخلاقی لحاظ سے پست کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف ایسا منصوبہ بنایا کہ مسلمان دوبارہ کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہو سکیں۔

۵۔ مستشرقین کے خصوصی اہداف:

مستشرقین نے اپنے اپنے مقاصد اور اپنی ذہنی سطح کے مطابق اسلام پر ہر طرف سے وار کیے۔ جن لوگوں کے اندر کچھ اخلاقی اقدار کا پاس یا انصاف کی رمق موجود تھی، انھوں نے اسلام کی بعض تعلیمات کو سراہا بھی، لیکن ان کے اسلام کے خلاف عناد اور دلی تعصب نے ہر مرحلے پر قبول حق سے روکے رکھا۔ ان میں سے بعض سلیم الفطرت مستشرقین ایسے بھی تھے جنھوں نے اسلام کی آفاقی تعلیمات کو فطرت کے قریب پایا اور اسے آسمانی ہدایت کے طور پر تسلیم کر کے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر گئے۔ جن میں سے درج ذیل قابل ذکر ہیں:

ڈبلیو ایچ کویلیم (شیخ عبداللہ)(William Henry Quilliam)

رسل ویب(Mohammed Alexander Russell Webb)

مارٹن لنگز(Martin Lings)(ابو بکر سراج الدین)

لارڈ ہیڈلے (رحمت اللہ الفاروق) (Rowland George Allanson Allanson-Winn)

علامہ محمد اسد(Sylvius Leopold Weiss)

ڈاکٹر عمر رالف ایرنفلس (Dr. Baron Omar Rolf von Ehrenfels)

11۔ عبدالحئی عابد، استشراق اور مستشرقین (یونیورسٹی آف سرگودھا، س ن) ص:۳۶۔

خالد شیلڈرک(Bertram William Sheldrake)

مریم جمیلہ(Margaret Marks)وغیرہ۔

چنانچہ اول الذکر اقسام کے مستشرقین نے حضرت محمدﷺ کی ذات، نزول وحی، آپ کے خاندان، اہل بیت، صحابہ کرامؓ، قرآن مجید اور احکام قرآن، احادیث مبارکہ، تعدد ازواج، غلامی اور جہاد کو اپنی تیر اندازی کا ہدف بنایا۔ ہم بالترتیب، مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں:

حضرت محمدﷺ کی ذات گرامی آپﷺ ہی دین اسلام کے تنہا ماخذ ہیں اور ہمیں دین اسلام آپ ہی کی وساطت سے قرآن وسنت ثابتہ کی صورت میں ملا ہے۔اس لیے مستشرقین نے سب سے زیادہ حملے آپﷺ کی ذات پر کیے ہیں تاکہ دین کی اصل بنیاد ہی پر شکوک وشبہات کے پردے ڈال دیے جائیں۔چونکہ عام طور پر لوگ کسی بھی مذہب کے پیشوا کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس کی اتباع کرتے ہیں اس لیے ان لوگوں نے آپﷺ کو اپنے گھٹیا حملوں کا شکار بنا لیا۔مستشرقین کے ذات قدسی پر حملوں کا ذکر کرنے سے پہلے ہم آپﷺ کی سیرت کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں جس سے ہمیں یہ اندازہ ہو سکے گا کہ مستشرقین کس حد تک آپ کی ذات گرامی کے بارے میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔آپ ﷺ کی پیدائش ۵۷۱ء میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔آپ نے پیدائش سے لے کر چالیس سال کی عمر تک سارا عرصہ اہل مکہ کے درمیان میں گزارا۔اس دوران سوائے چند تجارتی اسفار کے آپ اپنے علاقے سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کے سلسلے میں چونکہ پہلے سے یہ طے کر رکھا تھا کہ نبوت ورسالت کا عظیم منصب آپ کے حوالے کیا جائے گا اس لیے آپ کی ذات گرامی کے حوالے سے چند باتوں کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔آپ کو عام رسمی تعلیم اور علم الکتابت وغیرہ سے ناواقف رکھا گیا۔اس کی غرض وغایت یہی تھی کہ جن لوگوں کے پاس آپ کو بھیجا جا رہا ہے ان کو یقین آ جائے کہ آپ اپنے پاس سے کچھ ایجاد نہیں کر رہے، بلکہ یہ سب کچھ کسی اعلیٰ وارفع ذات کی طرف سے بھیجا جا رہا ہے۔آپﷺ نے مکہ میں جو زندگی گزاری وہ ایک عام انسان کی زندگی تھی، جس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو غیر معمولی ہو۔آپ سے کبھی کوئی ایسا کارنامہ سرزد نہیں ہوا جس کی بنا پر آپ کو معاشرے میں خصوصی اہمیت حاصل ہو جائے۔نہ ہی آپ علم وادب، شاعری، خطابت وغیرہ کی دنیا کے آدمی تھے۔البتہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی اعلیٰ اخلاق وکردار کا ایک ایسا نمونہ بنایا تھا کہ پیدائش سے لے کر اعلان نبوت تک آپﷺ کی زندگی پاکیزگی، سچائی، امانت داری، احترام انسانیت، حسن سلوک، خدمت خلق اور حسن معاشرت کی ایک ایسی تابندہ مثال تھی، جس کا اعتراف آپ کے

تمام مخاطبین اور مخالفین نے کیا۔ آپ کو صادق اور امین کا خطاب دیا گیا تھا۔ نبوت کا منصب ملنے کے بعد کچھ عرصہ آپ نے خفیہ طور پر اپنے قریبی احباب کو اپنی ذمہ داری اور مقاصد سے آگاہ کیا۔ ان کی طرف سے حمایت اور تعاون کے بعد اللہ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ سے ڈراؤ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

و انذر عشیرتک الاقربین۔[12]

(اور اپنے قریبی عزیزوں کو (اپنے رب کے معاملے میں) ڈرا۔)

آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں کوہ صفا پر چڑھ کر سب سے پہلے اپنی ذات کو قریش مکہ والوں کے سامنے پیش کیا، تاکہ کسی کو اس امر میں کوئی شک نہ رہے کہ آپ کسی لالچ، فریب، بددیانتی، یا کسی دنیاوی مقصد کے زیر اثر یہ کام کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں اس واقعے کی تفصیل اس طرح سے بیان ہوئی ہے:

لما نزلت 'و انذر عشیرتک الاقربین' صعدالنبی ﷺ علی الصفا فجعل ینادی یا بنی فھر یابنی عدی لبطون قریش حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولا لینظر ما ھو فجاء ابو لھب و قریش فقال اَرَاَیْتَکُم لو اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلاً بالوادی ترید ان تُغِیْرَ علیکم اکنتم مُصَدِّقِی۔ قالوا نعم ما جَرَّبْنَا علیک الا صدقا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لھب تبا لک سائر الیوم الھذا جَمَعْتَنَا فنزلت: تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنیٰ عنہ مالہ و ما کسب۔[13]

(جس وقت یہ آیت نازل ہوئی: **و انذر عشیرتک الاقربین۔** تو رسول اللہ ﷺ کوہ صفا پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارنے لگے۔ اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش کے تمام لوگوں کو بلایا۔ جب لوگ آ گئے اور جو نہیں آسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ ابو لہب اور قریش بھی آئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک بہت بڑا لشکر تمہارے اوپر حملہ کرنے کو تیار کھڑا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے۔ سب نے کہا ضرور کریں گے کیونکہ ہم نے آپ کی ساری باتیں سچی دیکھی ہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر تم اپنے شرک و کفر سے باز نہ آئے تو تم پر بڑا بھاری

---

[12]۔ الشعراء (۲۶) ۲۱۴۔

[13]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (الریاض، دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ ثانیہ ۱۴۱۹ھ) ص: ۸۳۶، رقم الحدیث: ۴۷۷۰۔

عذاب آنے والا ہے۔ ابو لہب بولا، تو ہلاک ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لیے یہاں بلایا تھا۔ چنانچہ اس وقت سورہ اللہب: **تبت یدا ابی لهب وتب ما اغنیٰ عنه ماله و ما کسب** نازل ہوئی۔)

صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کسی معاشرے میں پیدائش سے لے کر چالیس سال گزارے اور اس کے کردار میں، اس کے دشمن اور مخالفین بھی کسی قسم کی معمولی خامی بھی بیان نہ کر سکیں۔ تو عقلاً یہ بات محال نظر آتی ہے کہ ایسا سلیم الفطرت شخص اچانک عمر کے اس حصے میں کسی لالچ اور دنیاوی مفاد کے لیے جھوٹ، بناوٹ اور فریب سے کام لے۔ اسی طرح اس سے آپ ﷺ کی قبل از نبوت مکی زندگی اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ نبوت سے پہلے آپ کی ذات سے زبان و بیان کے معاملے میں بھی کوئی غیر معمولی چیز صادر نہیں ہوئی۔ اس لیے جب قرآن مجید نازل ہوا تو جو لوگ آپ سے واقف تھے انھیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ اس طرح کا کلام کوئی بڑے سے بڑا قادر الکلام عرب شاعر یا ادیب تخلیق نہیں کر سکا تو محمد ﷺ کس طرح خود ایسا کلام کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ نے دنیاوی لالچ میں یہ کام کیا ہوتا تو کفار مکہ نے آپ کو عرب کی بادشاہی، مال و دولت اور بعض روایات کے مطابق عرب کی حسین ترین خاتون جو آپ کو پسند ہو، اس کے ساتھ شادی کی پیش کش کی تھی، کہ آپ اس کے بدلے میں بت پرستی پر اعتراضات کرنا بند کر دیں۔ لیکن آپ نے ایسی ہر پیش کش رد کر دی۔ ابو الولید عتبہ بن ربیعہ مشرکین کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس گیا اور کہا:

"بھتیجے یہ معاملہ جسے تم لے کر آئے ہو اگر اس سے تم یہ چاہتے ہو کہ مال حاصل کرو تو ہم تمہارے لیے اتنا مال جمع کیے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ، اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اعزاز و مرتبہ حاصل کرو تو ہم تمھیں سردار بنا لیتے ہیں، یہاں تک کہ تمہارے بغیر کسی معاملے کا فیصلہ نہ کریں گے۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ بادشاہ بن جاؤ تو ہم تمھیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر یہ جو تمہارے پاس آتا ہے کوئی جن بھوت ہے جسے تم دیکھتے ہو، لیکن اپنے آپ سے دفع نہیں کر سکتے تو ہم تمہارے لیے اس کا علاج تلاش کیے دیتے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اپنا اتنا مال خرچ کرنے کو تیار ہیں کہ تم شفایاب ہو جاؤ، کیونکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جن بھوت انسان پر غالب آ جاتا ہے اور اس کا علاج کروانا پڑتا ہے۔[14]

---

[14] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مترجم احمد شاکر (لاہور، المکتبہ السلفیہ، ۲۰۰۰ء)، ص: ۱۵۳۔

آپ ﷺ نے ایسی ہر پیشکش رد کر دی اور اپنے مقصد کے ساتھ خلوص کے ساتھ وابستہ رہے اور بالا خر تمام عرب جو کسی واضح عقلی دلیل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض اس ہٹ دھرمی اور تعصب کی وجہ سے آپ کے خلاف تھے کہ جس راستے پر ان کے آباؤ اجداد گامزن رہے ہیں اس کو کس طرح چھوڑ دیں، وہ سب کے سب آپ کے حامی و مدد گار اور جان نثار ساتھی بن گئے۔ مستشرقین جب آپ ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کی تاریخ سے عدم واقفیت اور تعصب کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ وہ تمام حقائق کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور ایسے اعتراض کرتے ہیں جو خود ان عربوں اور اس دور کے یہود و نصاریٰ نے بھی نہیں کیے جن کے درمیان آپ ﷺ نے حیات طیبہ کا ایک بڑا عرصہ بسر کیا تھا۔ چنانچہ اب ہم ان اعتراضات کا ترتیب سے جائزہ لیتے ہیں جو، وقتاً فوقتاً، آپ ﷺ پر کیے جاتے رہے ہیں:

ا۔ نبوت سے انکار مستشرقین آپ ﷺ کی نبوت کا اسی طرح سے انکار کرتے ہیں جس طرح ان کے پیش رو یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔ یہود نبوت و رسالت کو بنی اسماعیل میں جاتے ہوئے برداشت نہ کر سکے اور اپنی تمام تعلیمات اور کتب میں بے تحاشا تحریفات کر ڈالیں۔ انھوں نے حضرت اسماعیل کے ذبیح ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ ذبیح حضرت اسحٰق تھے۔ جبکہ دنیا کی معلوم تاریخ کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی کسی مذہب کے ماننے والوں نے اپنی اولاد کو اپنے مذہبی مقاصد کے لیے قربان یا وقف کرنے کا ارادہ کیا تو ہمیشہ اس مقصد کے لیے پہلوٹھی کا بچہ استعمال کیا۔ چونکہ حضرت اسماعیل عمر میں حضرت اسحٰق سے بڑے تھے اس لیے یہ بات واضح ہے کہ راہ خدا میں قربانی کی سعادت بھی انہی کے حصے میں آئی ہو گی۔ یہ روایات کہ کعبہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے تعمیر کیا تھا، اور عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، تاریخ عرب میں تسلیم شدہ تھیں۔ ان پر نہ اس وقت یہود نے اعتراض کیا تھا اور نہ نصاریٰ نے۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی کتب سے ایسی تمام نشانیاں مٹا دینے کی کوشش کی جن سے نبی ﷺ کی نبوت کی تائید ہوتی تھی، جب کہ قرآن واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو بطور نبی اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ اس کے باوجود، چونکہ انسانی کوشش غلطی سے مبرا نہیں ہوتی، ان کی کتب میں نبی ﷺ کی بعثت کے بارے میں کچھ آیات باقی رہ گئی تھیں جن کا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔

عیسائیوں کی اپنی کتابوں میں بیان کردہ پیش گوئیوں کے ذریعے نبی ﷺ کی نبوت کے بارے میں معلومات اور اسلام کے متعلق ان کے رویوں کا اندازہ ہم پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ کے اس بیان سے کر سکتے ہیں جو انھوں نے اپنی کتاب "The preaching of Islam" میں ایک نو مسلم عبداللہ بن عبداللہ کے قبول اسلام کے ذیل میں درج کیا ہے

آرنلڈ کے بقول یہ واقعہ عبداللہ نے اپنی خودنوشت "The book of the present of the scholar to refute the people of the cross" میں ذکر کیا ہے، جو کہ ۱۴۲۰ء میں لکھی گئی تھی۔ آرنلڈ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ میورقہ (Majorqa) میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک عیسائی مشنری تھے۔ انھوں نے مختلف یونیورسٹیوں سے عیسائیت کی تعلیمات حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو ایک معروف عیسائی پادری (Nicolas Martil) کے ساتھ وابستہ کر لیا. مذکورہ پادری بہت تعلیم یافتہ اور مسیحی حلقے میں عزت واحترام کا حامل تھا۔ عبداللہ بتاتے ہیں کہ ایک دن پادری اپنی درس گاہ میں نہ جا سکے اوران کی غیر موجودگی میں طالب علم انجیل میں حضرت عیسیٰ کی بیان کردہ آنے والی شخصیت "Paraclete" کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ ہر طالب علم اپنی اپنی رائے دے رہا تھا۔ یہ بحث کسی نتیجے کے بغیر ختم ہو گئی۔ جب میں نے پادری کو اس بحث کی روداد سنائی تو اس نے کہا کہ تم لوگوں نے "فارقلیط" کے معنی کا صحیح تعین نہیں کیا۔ چنانچہ میں نے خود کو پادری کے قدموں پر گرا دیا اوران سے اس کا صحیح مفہوم معلوم کیا تو اس نے کہا کہ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے اور تم مجھے بہت عزیز ہو۔ لیکن اگر میں نے تمہیں صحیح بات بتادی تو عیسائی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے راز افشانہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے ان سے گزارش کی کہ وہ ضرور مجھے اس راز سے آگاہ کریں۔ تو پادری نے کہا:

> Then know, my son that the Paraclete is one of the names of the prophet of the Muslims, Muhammad, to whom has been revealed the fourth book of which the prophet Daniel sneaks when he announces that this would be revealed to him. Of a surety, his religion is the true religion and his doctrine is the glorious doctrine of which the Gospel speaks.[15]

چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا اسلام قبول کرنے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے تو انھوں نے کہا کہ ہاں، دنیا اور آخرت دونوں میں نجات اسلام سے مشروط ہے۔ اس پر میں نے اپنے مستقبل کے بارے میں ان سے مشورہ کیا کروں تو انھوں نے اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ جب میں نے ان سے بھی مسلمان ہونے کی درخواست کی تو انھوں نے کہا کہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور عیسائی دنیا میں میری بہت عزت ہے۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لیے جان بچانا بہت مشکل ہے۔ آخر کار میں نے ان کے مشورے سے مسلمان ملک تیونس میں جا کر اسلام قبول کر لیا۔

---

[15]. T.W.Arnold, The preaching of Islam (Westminster Archibald Constable & Co.,1896) p. 67.

صدیوں سے کسی کو نبی ﷺ کے بنی اسماعیل سے ہونے پر کوئی اعتراض نہ تھا اور نہ ہی کسی نے اس حقیقت کو جھٹلایا تھا۔ لیکن موجودہ دور کے بزعم خود انصاف پسند اور حقیقت بیان مستشرقین نے بغیر کسی دلیل کے آپ ﷺ کی اس حیثیت کا بھی انکار کر دیا۔ مشہور مستشرق ولیم میور نے اپنی کتاب "The Life of Muhammad" میں اس بات کا ذکر اس انداز سے کیا ہے:

"The desire to regard, and possibly the endeavour to prove, the Prophet of Islam a descendant of Ishmael, began even in his life-time. Many Jews, versed in the Scriptures, and won over by the inducements of Islam, were false to their own creed, and pandered their knowledge to the service of Mahomet and his followers .[16]

(اس بات کی خواہش کہ آپ ﷺ کو حضرت اسماعیل کی اولاد سے خیال کیا جائے اور یہ کہ اس بات کو ثابت کر دیا جائے کہ آپ اسماعیل کی اولاد سے ہیں، پیغمبر ﷺ کو اپنی زندگی میں ہوئی۔ اور اس کے لیے آپ کے ابراہیمی نسب نامے کے ابتدائی سلسلے گھڑے گئے اور حضرت اسماعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قصے عربی زبان میں شامل کیے گئے۔)

2۔ کیفیات وحی کی غلط تعبیر مستشرقین کی منفی ذہانت اور ذہنیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے حضرت آمنہ کو فرشتوں کی بشارت، واقعۂ شق صدر اور نزول وحی کی کیفیات کے بارے میں روایات کو غلط رنگ دیا۔ ان روایات کی توجیہ یہ کی گئی کہ حضرت آمنہ کو فرشتوں نے نبی ﷺ کی پیدائش کی خوش خبری نہیں دی تھی بلکہ یہ خاندانی طور پر مرگی کا موروثی مرض تھا۔ اسی طرح واقعہ شق صدر کو بھی نبی ﷺ کو مرگی کے دورے سے موسوم کیا۔ نبی کریم ﷺ پر جب وحی کا نزول ہوتا تو آپ کی کیفیات میں تغیر پیدا ہوتا۔ شدید سردی کے موسم میں آپ ﷺ کو پسینہ آ جاتا۔ اگر آپ سواری پر ہوتے تو وہ سواری بوجھ کی شدت سے بیٹھ جاتی۔ یہ کیفیات کئی روایات میں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہؓ سے ایک روایت منقول ہے:

''حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کبھی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے اور جب میں اسے یاد کر لیتا ہوں جو اس نے کہا تھا تو وہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ

---

[16]. William muir, The Life of Muhammad (London, Smith Elder& Co,1861) p.34.

آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے اسے میں یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سخت سردی کے دنوں میں آپ پر وحی کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر جب وحی موقوف ہو جاتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا۔"[17]

اس کیفیت کو مستشرقین نے مرگی کا دورہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدائی جلوے اور کلام خدا کو برداشت کرنا انسانی بس کی بات نہیں ہے۔ کسی پیغمبر کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی اہتمام اور نگرانی میں اس بات کے لیے تیار کرتا ہے کہ وہ اس کے پیغام کو وصول کر کے آگے پہنچا سکے۔ مستشرقین، باوجود اس کے کہ حضرت موسیٰؑ کے واقعے میں کوہ طور پر تجلی رب سے قوم موسیٰ کی موت اور حضرت موسیٰ کے بے ہوش ہونے پر یقین رکھتے ہیں، لیکن حضرت محمد ﷺ پر کیفیات وحی کو مرگی سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض مغرب زدہ مسلمان سکالر بھی جو مغرب سے آنے والی ہر چیز کو معیاری سمجھتے ہیں، مستشرقین کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب "حیات محمد" میں ایک مصری دانش ور کے خط سے اقتباس نقل کیا ہے جو مستشرقین کی تحقیقات کے اس نتیجے کے قائل تھے۔ انہوں نے لکھا ہے:

> He says that the investigations of the orientalists have established that the Prophet suffered from epilepsy, that the symptoms of the disease were all present in him and that he used to lose consciousness, perspire, fall into convulsions and sputter. After recovering from such seizures, the claim continues, Muhammad would recite to the believers what he then claimed to be a revelation from God, whereas that was only an aftereffect of the epilyptic fits which he suffered .[18]

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مستشرقین کے پروپیگنڈے کے اثرات کس حد تک لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔ ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ کوئی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر صرف نچلے طبقے کے چند غریب لوگ ایمان نہیں لائے تھے، بلکہ عرب کے عظیم دانش ور، شاعر، خطیب، سپہ سالار، طبیب، فلسفی، علمائے یہود و نصاریٰ بھی ایمان لائے تھے اور زندگی بھر آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ ان میں سے کسی کو کبھی آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی کیفیت میں مرگی یا کسی اور بیماری کی جھلک نظر نہیں آئی۔ اسی طرح اس دور کے مخالفین نے بھی آپ پر ہر طرح کی

---

17. بخاری، الجامع الصحیح، ص: ۱، رقم الحدیث: ۲۔

18. ہیکل، محمد حسین، حیاتِ محمد، مترجم: محمد مسعود عبدہٗ (لاہور، الفیصل ناشران کتب، ۲۰۰۶ء) ص: ۳۸۔

الزام تراشی کی لیکن اس کیفیت کو مرگی قرار نہیں دیا۔اس مرض اور اس سے متاثرہ مریض کے بارے میں اہل علم و فن نے بہت کچھ لکھا ہے جن میں سے کوئی کیفیت بھی آپ پر لگائے گئے اس الزام کی تائید نہیں کرتی۔